خطبہ کی اذان کا مسئلہ

جمعہ کے دن خطبہ کے وقت جو اذان ہوتی ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لیکر سیدنا ابو بکر و سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے زمانہ تک جمعہ کے لئے باقاعدہ صرف یہی ایک اذان ہوتی تھی لیکن مدینہ کی آبادی بڑھ جانے کی وجہ سے پھیلی ہوئی آبادی سے لوگوں کا خطبہ کی اذان سن کر جمعہ پکڑنا دشوار ہو گیا اور نو عمر تابعین اور نومسلموں کے بڑھ جانے کی وجہ سے اب خالص صحابہ کرام ہی مدینہ میں نہ تھے اور نہ ہی پہلے والی چستی لوگوں میں رہ گئی تھی کہ اذان سننے سے پہلے ہی مسجد میں آکر نماز کے انتظار میں بیٹھے رہیں اسلئے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک اذان پنجوقتہ نماز کی طرح جمعہ کی نماز کے لئے بھی اضافہ کر دی تا کہ اس اذان کو سنتے ہی لوگ جمعہ کی تیاری کر لیں اور خطبہ و نماز پکڑنے میں سہولت ہو جائے چونکہ اب جمعہ کیلئے باقاعدہ دو اذان ہو گئی اسلئے پہلے خطبہ کی اذان سے جو کام لیا جاتا تھا یعنی مسجد سے باہر کے لوگوں کو خطبہ اور نماز کی اطلاع دینا اور عام اعلان کرنا تھا وہ اب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اضافہ کردہ پہلی اذان سے مقصد پورا ہونے لگا اسی لئے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے پہلی اذان مسجد کے باہر مقام زوراء سے دینے کا حکم فرمایا۔ اور خطبہ کی اذان منبر کے قریب خطیب کے سامنے دینے کو معمول بنایا۔

اس عمل سے بلا اختلاف تمام صحابہ نے خاموشی کے ساتھ اتفاق فرمایا اور کسی نے اختلاف نہیں کیا اسلئے باجماع صحابہ جس طرح ایک اذان کا اضافہ صحابہ کی سنت مانا گیا اسی طرح خطبہ کی اذان کا منبر کے قریب سے دینا بھی باتفاق صحابہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے معمول و مسنون قرار پایا اور خطبہ کی اذان کا اس وقت سے مقصد صرف مسجد میں موجود اور حاضر لوگوں کو اطلاع کرنا رہ گیا تھا اس لئے اس اذان میں پہلی اذان کے مقابلہ میں آواز بھی پست کر دی گئی جیسا کہ آج بھی یہی معمول ہے [1]

مذکورہ بالا بیان تفسیر السراج المنیر جلد چہارم ص ۲۸۴ پر علامہ ماوردی متوفی ۴۸۱ھ سے منقول ہے۔

نیز علامہ قرطبی متوفی ۶۷۱ھ نے اپنی تفسیر الجامع لاحکام القرآن جلد ۱۸ ص ۱۰۱ مطبوعہ دار التراث العلمی بیروت میں علامہ ابن عربی متوفی ۵۴۳ھ کے حوالہ سے نقل کیا ہے فرماتے ہیں۔

اما الاذان الاول فمحدث فعله عثمان بن عفان رضی ليتأهب الناس لحضور الخطبة عند اتساع المدينة وكثرة اهلها وكان عمر امر ان يؤذن فی السوق	پہلی اذان تو ایجاد ہے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس کو جاری کیا ہے مدینہ کے وسیع ہو جانے اور آبادی کے بڑھ جانے کے سبب سے تاکہ لوگ خطبے کی حاضری کیلئے تیار ہو جائیں اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ

---

[1] دیکھئے سعایہ شرح شرح الوقایہ۔

قبل المسجد لیقوم الناس عن سوقھم فاذا اجتمعوا اذن فی المسجد فجعلہ عثمان اذانین فی المسجد ۔

مسجد کی اذان سے پہلے بازار میں آواز لگوا دیتے تھے تاکہ لوگ بازار سے اٹھ کر آجائیں تب مسجد میں اذان ہوتی تھی لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد کے اندر ہی دونوں آذان کو باقاعدہ جاری فرمادیا۔

جس اذان کا اضافہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا بخاری کے حوالہ سے آئے گا کہ وہ اذان مقام زوراء جو مسجد کے باہر ہے وہاں سے دیجاتی تھی، مسجد کے اندر سے نہیں دیجاتی تھی البتہ خطبہ کی اذان اندرون مسجد سے ہوتی تھی۔

امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے قول سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ پہلی اذان مینارہ سے اور دوسری خطبہ والی اذان منبر کے قریب سے ہونی چاہیئے چنانچہ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ کاروبار بند کر کے پہلی مینارہ والی اذان کے بعد ہی مسجد کی تیاری میں لگ جانا چاہیئے ورنہ اگر شہر وسیع ہوگا اور دوسری منبر والی اذان کے بعد لوگ مسجد کی طرف چلیں گے تو خطبہ درسنت تو چھوٹ ہی جائے گی نماز جمعہ بھی چھوٹ سکتی ہے خصوصاً اس صورت میں جبکہ شہر کے محلے دور دور واقع ہوں اور لمبے فاصلے سے آنا ہوگا۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی تحریر فرماتے ہیں۔

وعن الحسن بن زیاد عن ابی حنیفۃ ھواذان المنارۃ لانہ لواشترط الاذان عند المنبر یفوتہ

حسن ابن زیاد امام ابوحنیفہ سے ناقل ہیں کہ کاروبار بند کرنے میں پہلی مینارہ والی اذان کا اعتبار ہوگا کیونکہ اگر

اداء السنۃ وسماع الخطبۃ	منبر والی اذان کی شرط لگائی جائے
ور بما یفوتہ اداء الجمعۃ	تو سنت کی ادائگی اور خطبہ کا سننا چھوٹ
اذا کان المصر بعید الاطراف	جائے گا بلکہ کبھی جمعہ بھی فوت ہوجائیگا
(بنایۃ شرح الہدایہ جلد اول ص۱۰۱)	جب کہ شہر کی آبادی دور دور ہوگی ۔

اس عبارت میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی اذان کو اذان المنارۃ اور دوسری خطبہ والی اذان کو اذان عند المنبر فرمایا ہے جس سے واضح طریقہ پر معلوم ہوتا ہے اس وقت بھی خطبہ کی اذان منبر کے قریب سے ہی دیجاتی تھی چنانچہ علامہ عینی حنفی شرح ہدایہ میں تحریر فرماتے ہیں ۔

ثم بذلک ش ای بالاذان	اسی طریقہ پر یعنی منبر کے قریب سامنے
بین یدی المنبر بعد الاذان	اذان دینے پر منارہ والی اذان کے بعد
علی المنارۃ م جری التوارث	توارث جاری ہے یعنی حضرت عثمان رض
ش من زمن عثمان بن عفان رض	کے زمانے سے ہمارے زمانہ تک
الیٰ یومنا ھذا (عینی ج اول ص۱۰۱)	سلہ

کتنی واضح صراحت کے ساتھ علامہ عینی فرمارہے ہیں کہ منارے والی اذان کے بعد دوسری خطبہ کی اذان منبر کے قریب سامنے سے دینے کا دستور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے ہمارے زمانہ تک معمول ہے اور عملی طور پر

سلہ توارث کی مخالفت کو فقہ حنفی میں مکروہ بتایا گیا ہے ہدایہ میں ہے یکرہ ھو لمخالفۃ التوارث ۱۲ر

جاری ہے اسی طرح علامہ شر نبلالی حنفی مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں ۔

والاذان بین یدیہ جری بہ التوارث کالاقامۃ بعد الخطبۃ (مراقی الفلاح ص۱۰۳)

خطبہ کے بعد اقامت کی طرح خطیب کے سامنے قریب سے خطبہ کی اذان دینے کا معمول چلا آرہا ہے ۔

اور امداد الفتاح میں ہے :

والاذان بین یدیہ کالاقامۃ سنۃ

خطیب کے سامنے قریب سے اذان دینا اقامت کی طرح سنت ہے ۔

سلہ

ان عبارتوں میں دوسری خطبہ کی اذان کو اقامت کی مانند قرار دیا گیا ہے اس لئے کہ جس طرح اقامت مسجد کے اندر اور عموماً پہلی صف میں دی جاتی ہے اور کوئی اس کو مکروہ نہیں کہتا ہے اسی طرح خطبہ کی اذان بھی مسجد کے اندر خطیب کے سامنے پہلی صف کے قریب سے دی جاتی ہے اور سلف و خلف کا یہی معمول ہے جری بہ التوارث سے اسی بات کو بتانا مقصود ہے کہ اس اذان کا مقصد اور اقامت کا مقصد ایک ہی ہے دونوں کا مقصود حاضرین مسجد کو آگاہ اور متوجہ کرنا ہے اور جس طرح اقامت کا کہنا پہلی صف سے متوارث ہے اسی طرح اس اذان کا پہلی صف سے دینا حضرت عثمان کے زمانہ سے متوارث ہے بخاری کی روایت ہے ۔

کان النداء یوم الجمعۃ اولہ — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما

از حبل اللہ المتین ص۳۵

اذا جلس الامام علی المنبر علی	کے زمانہ میں جمعہ کے دن جب امام منبر پر
عهد النبی و ابی بکر و عمر فلما	ہوتا تو پہلی اذان ہوتی تھی لیکن جب
کان عثمان وکثر الناس زاد النداء	حضرت عثمان کا دور آیا اور لوگ زیادہ
الثالث علی الزوراء قال	ہو گئے تو تیسری اذان انھوں نے مقام زوراء
ابو عبد اللہ الزوراء موضع	سے اضافہ کر دی امام بخاری کہتے ہیں
بالسوق بالمدینۃ	کہ زوراء مدینہ کے بازار میں
(بخاری جلد ۱ ص ۱۲۴)	ایک جگہ ہے

خطبہ والی اذان اور اقامت یہ دونوں پہلے سے موجود تھیں حضرت عثمانؓ نے تیسری اذان کا اضافہ فرمایا جسکو اس روایت میں تیسری بتایا گیا وہ اس لحاظ سے تیسری ہوئی کہ پہلے سے دو اذان یعنی خطبہ والی اذان اور اقامت تھی ہی اب یہ تیسری کا اضافہ ہوا ورنہ ترتیب کے لحاظ سے یہی اضافہ شدہ اذان سب سے پہلے دیجاتی ہے لہذا پہلی اذان کو ہی روایت میں تیسری کہا گیا ہے بہرصورت اس روایت میں یہ تصریح موجود ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جس اذان کا اضافہ فرمایا وہ مقام زوراء سے دیجاتی تھی لیکن یہ بات روایت میں نہیں بتائی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لیکر سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ تک خطبہ والی اذان کہاں سے دیجاتی تھی اگرچہ یہ بات پہلے گذر چکی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں اس خطبہ والی اذان کو مسجد کے اندر خطیب کے سامنے قریب سے دلوایا لیکن دور عثمانی سے پہلے کہاں ہوتی تھی اس بات کا کوئی واضح اور مضبوط ثبوت نہیں ملتا ہے

بعض علماء کا خیال ہے کہ جہاں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دلایا اسی جگہ سے پہلے بھی دیجاتی تھی خطیب کے قریب سامنے ہی شروع سے اس اذان کی جگہ مقرر رہے چنانچہ شیخ الاسلام محمد تحریر فرماتے ہیں۔

و باقی داشت اذان زمان شریف را بطور خود پیش خطیب باجتہاد خود و موافقت عدم انکار در شرح بخاری شیخ الاسلام برحاشیہ تیسیر القاری مطبع علوی لکھنؤ جلد دوم ص ۲۳)	آنحضرت کے زمانے والی اذان کو اپنے طریقہ پر خطیب کے سامنے ہی باقی رکھا اپنے اجتہاد اور دیگر صحابہ کی خاموش موافقت کی وجہ سے۔

یہی بات حافظ ابن حجر عسقلانی بھی تحریر فرماتے ہیں۔

و تبین بما مضی ان عثمان احدثہ لاعلام الناس بدخول وقت الصلوٰۃ قیاسا علی بقیۃ الصلوات فالحق الجمعۃ بہا وابقی خصوصیتہا بالاذان بین یدی الخطیب (فتح الباری جلد چہارم ص ۲۹۴)	گذشتہ مباحث سے واضح ہو چکا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ اذان نماز کے وقت ہو جانے کی اطلاع دینے کیلئے جاری کی جمعہ کو بقیہ نمازوں پر قیاس کرتے ہوئے اسکو بھی انہیں نمازوں کے ساتھ کر دیا لیکن جمعہ کی خصوصیت خطیب کے سامنے دیجانے والی اذان کے ذریعہ باقی رکھا۔

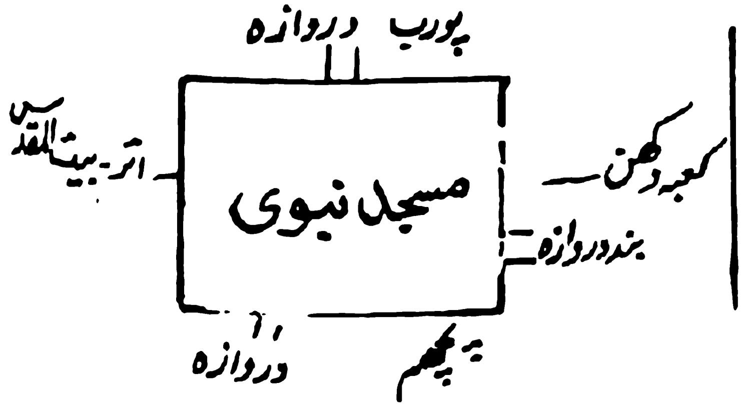
اکابر علماء اور محدثین کی اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ خطبہ کی اذان زمانہ رسالت سے خطیب کے سامنے اور منبر کے قریب سے ہوتی ہے لیکن ابوداؤد کی ایک روایت کی وجہ سے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ پہلے مسجد کے دروازے پر

یہ اذان دیجاتی تھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں اسکو منبر کے قریب کر دیا لیکن رضا خانی علماء نے اس سے بھی آگے بڑھ کر ابو داؤد کی اس روایت کو حجت بنا کر مسجد کے باہر کر ڈالا اور مسجد کے اندر اذان دینے کو مکروہ بتانے لگے جو کسی طرح درست نہیں ہے اس کی تفصیل آگے تحریر کیجائیگی پہلے ابو داؤد کی اس روایت پر ایک نظر ڈال لیجائے ۔

وکان یوذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد ۔	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب آپ جمعہ کے دن منبر پر تشریف فرما ہوتے تھے مسجد کے دروازے کے قریب اذان دیجاتی تھی ۔

علی باب المسجد یعنی مسجد کے دروازہ پر کے جملے سے رضا خانی علماء نے یہ دعویٰ کر دیا کہ مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ تحریمی سنت کے خلاف ہے لیکن اہل علم پر مخفی نہیں کہ ان کا یہ استدلال بالکل غلط اور خلاف واقعہ ہے ۔ اس مسئلہ میں خانصاحب بریلوی کے جملہ دلائل کی تفصیلی حقیقت سے جو حضرات واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے بہتر ہے کہ مولانا عبدالغفار خانصاحب رامپوری علیہ الرحمہ کی لاجواب تصنیف حبل اللہ المتین لاعدام آثار المبتدعین ۔ اور مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی القول الاظہر اور حضرت مولانا خلیل احمد امبیٹھوی نور اللہ مرقدہ کی تنشیط الآذان کی طرف رجوع کریں لیکن اختصار کے ساتھ اس موقع پر ہم بھی ابو داؤد کی مذکور روایت سے خانصاحب کے غلط در غلط استدلال کو واضح کرنا ضروری سمجھتے ہیں ۔

۱- سب سے پہلے ناظرین اس چیز کو ذہن میں رکھیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ تشریف لانے کے بعد بھی تقریباً سترہ اٹھارہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی تھی اس کے بعد قبلہ تبدیل ہو گیا اور آپ نے بیت اللہ شریف کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنی شروع فرمائی مدینہ طیبہ سے کعبۃ اللہ اور مکہ مکرمہ دکھن کی جانب ہے اور بیت اللہ شریف سے مدینہ اتر کی جانب واقع ہے اس کے برخلاف بیت المقدس مدینہ سے اتر کی جانب واقع ہے جب شروع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کی تعمیر کی تھی تو اس وقت قبلہ یعنی بیت المقدس مسجد کی اتر والی دیوار کی جانب تھا اور مسجد میں کل تین دروازے تھے ایک دکھن والی دیوار میں اور ایک ایک پچھم اور پورب والی دیواروں میں لیکن قبلہ جب تبدیل ہو گیا اور اتر کی دیوار کے بجائے دکھن کی دیوار کی جانب قبلہ (بیت اللہ شریف) قرار پایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھن کی دیوار والا دروازہ جو پہلے سے موجود تھا اسی جگہ منبر بچھا کر خطبہ دینا شروع فرمایا اور اس کے قریب ہی سامنے خطبہ کی اذان دی جاتی تھی اسی سابق دروازہ کو ابو داؤد کی مذکورہ بالا روایت میں باب مسجد راوی نے بتایا ہے جو دکھن والی دیوار میں پہلے تھا اور اب قبلہ تبدیل ہونے کے بعد اس کا استعمال بند ہو چکا تھا اب اس جگہ حضور خطبہ دیا کرتے تھے اس نقشہ سے اصل حقیقت بہ آسانی سمجھ میں آسکتی ہے۔



بیت المقدس یعنی قبلۂ اول منسوخ ہوجانے کے بعد خطبہ کے واسطے حضور
صلی اللہ علیہ وسلم بند دروازہ کے قریب منبر رکھ کر تشریف فرما ہوتے تھے جسکو
ابوداؤد کی روایت میں اذا جلس علی المنابر یوم الجمعۃ علی باب
المسجد (جب حضور جمعہ کے دن منبر پر مسجد کے دروازہ پر تشریف رکھتے تھے)
راوی نے بتایا گویا راوی نے حضور کے بیٹھنے کو دروازہ پر بتایا ہے نہ کہ اذان
دینے کو لیکن خانصاحب نے بیٹھنے کے بجائے اسی روایت سے اذان دینے کو
مسجد کے دروازے پر ثابت کرنا شروع کر دیا جو ان کی کم فہمی کی واضح دلیل ہے
اسلئے کہ اگر علی باب المسجد کا تعلق اذان دینے سے ہوتا تو راوی یوں کہتا یوذن
بین یدیہ علی باب المسجد (مسجد کے دروازہ پر اذان دیجاتی تھی) مگر
راوی نے صاف صاف روایت میں اذا جلس علی المنبر علی باب المسجد
(جب حضور منبر کے اوپر مسجد کے دروازہ کے پاس بیٹھتے تھے) مسجد نبوی کی مذکورہ
بالا تفصیل علامہ سمہودی اور علامہ ذہبی وغیرہ نے تحریر فرمائی ہے جس کی روشنی
میں ابوداؤد کی روایت کا خانصاحب کے مطلب کے بالکل مخالف ہونا اچھی
طرح واضح ہوجاتا ہے [1] یہی وجہ ہے کہ ابوداؤد کی اس روایت کو حنفی

---

[1] وفاء الوفاء میں علامہ سمہودی لکھتے ہیں وجعل قبلتہ الی بیت المقدس وجعل
لہ ثلثۃ ابواب باب فی مؤخرہ ای وھو فی جھۃ القبلۃ الیوم وباب عاتکۃ
الذی یدعی بباب عاتکۃ ویقال لہ باب الرحمۃ والباب الذی کان
یدخل منہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وباب عثمان الیوم اور علامہ ذہبی

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔

فقہاء کرام نے بھی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے لیکن اس کے باوجود انھوں نے مسجد کے اندر خطیب کے سامنے منبر کے قریب ہی اذان دینے کو بتایا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ روایت ان کے نزدیک اس معاملہ میں قابل عمل نہیں ہے جس طرح آمین بالجہر اور رفع یدین وغیرہ کی روایت ان کے نزدیک قابل عمل نہیں ہے۔

۴۔ پہلے بھی گذر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ہی خطبہ کی اذان منبر کے قریب سے دی جاتی تھی جیسا کہ متعدد علماء کرام اور فقہائے احناف کی تصریح سے واضح ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی بخاری کی شرح عمدۃ القاری میں تصریح فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لیکر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے تک خطبہ کی اذان منبر کے قریب خطیب کے سامنے ہوتی تھی۔

فلما كانت خلافة عمر ...... جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا۔

....

وامر ان يؤذن بين يديه تو انھوں نے اپنے قریب سامنے اذان

فرماتے ہیں هذه القبلة كانت فى شمال المسجد لانه صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم سبعة عشر شهرا الى بيت المقدس فلما حولت القبلة بقى حائط القبلة الاولى بمكان اهل الصفة اور علامہ زرکشی اعلام المساجد میں لکھتے ہیں وجعل له ثلثة ابواب بابا فى موخره وبابا يقال له باب الرحمة والباب الذى يدخل منه رسول الله صلى الله عليه وسلم (حبل الله المتين لاعدام اثار المبتدعين ص۵)

کما کان یفعل المؤذن بین یدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبین یدی ابی بکر رضی اللہ عنہ۔

دینے کا حکم فرمایا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے قریب سامنے موذن اذان دیتا تھا۔

علامہ عینی حنفی کی اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ خطبہ کی اذان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں بھی خطیب کے قریب سامنے سے دی جاتی تھی دروازہ پر نہیں ہوتی تھی بلکہ مسجد کے اندرونی حصہ کے فرش پر دی جاتی تھی چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی علامہ داؤدی کا بیان نقل فرماتے ہیں۔

نقل الداودی ان الاذان اولا کان فی سفل المسجد (فتح الباری ص۲۹۳ ج۲)

داودی نے نقل کیا ہے کہ (دور عثمانی سے) پہلے اذان مسجد کے فرش سے ہوتی تھی۔

اور کنز الدقائق کی شرح نہر الفائق میں ہے۔

فان جلس الخطیب علی المنبر اذن بین یدیہ ای الخطیب واقیم بعد تمام الخطبۃ بذلک جری التوارث من فعلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام [1]

جب خطیب منبر پر بیٹھ جائے تو اس کے سامنے قریب سے اذان دی جائے اور خطبہ کے مکمل ہوتے ہی اقامت کہی جائے اسی پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے توارث ہوتا آرہا ہے۔

اور شیخ وجیہ الدین گجراتی متوفی ۹۹۸ھ اپنے حاشیہ شرح وقایہ میں تحریر فرماتے ہیں،

---

[1] حبل اللہ المتین سے منقول ہے۔

قوله اذن ثانيا بذلك جرى	دوسری اذان منبر کے سامنے
التوارث من لدن رسول الله	دی جائے اسی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
صلى الله عليه وسلم الى هذا	زمانہ سے اس دور تک
الزمان الاذان امام المنبر[1]	توارث ہے۔

اور علامہ حمید الدین ضریری علیہ الرحمہ اپنی کتاب حمیدیہ حاشیہ ہدایہ میں رقمطراز ہیں:

واذا صعد الامام المنبر جلس	جب امام منبر کے اوپر آجائے تو بیٹھ جائے
واذن المؤذنون بين يدى	اور موذن لوگ منبر کے قریب سامنے
المنبر بذلك جرى التوارث من	اذان دیں اور اسی پر توارث حضور صلی اللہ
لدن رسول الله صلى الله عليه	علیہ وسلم کے دور سے ہمارے زمانہ تک چلا
وسلم الى يومنا والتوارث	آرہا ہے اور توارث تواتر کے برابر کی
كالتواتر ولم يكن فى عهد رسول	چیز ہے حضور اور ابو بکر و عمر
الله صلى الله عليه وسلم والعمرين	کے زمانہ میں صرف یہی ایک
رضى الله عنهما الا هذا الاذان[2]	اذان تھی۔

علامہ محمد بن احمد زاہد اپنی کتاب ترغیب الصلوٰۃ کے قلمی نسخہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

امام اعظم میگوید کہ در عہد رسول علیہ السلام	امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ حضور اور
وابوبکر و عمر منارہا نبود و بانگ نماز ہماں	ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں منارے

---

[1] [2] مذکورہ بالا حوالے حبل اللہ المتین سے منقول ہیں۔

پیش مقصورہ گفتندے اما در عہد امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ منارہا شد و بانگ کرر شد ۱ے

نہ تھے اور اذان وہیں مقصورہ کے سامنے کہی جاتی تھی لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں منارہ ہوا اور اذان بھی مکرر ہو گئی۔

۳۔ اگر حقیقت واقعہ کے بالکل خلاف ہم یہ بھی فرض کر لیں کہ حضور کے زمانہ میں یہ اذان مسجد کے دروازہ پر ہی ہوتی تھی تو چونکہ صرف یہی ایک اذان تھی اس کے پہلے والی اذان اس وقت نہیں تھی اس لئے مسجد کے باہر والوں کو خطبہ اور نماز کی اطلاع اسی اذان سے ہوتی تھی اور باہر دور تک آواز پہونچانے کیلئے مناسب یہی تھا کہ دروازے پر اذان دیجائے لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب ایک اذان اس کے پہلے بڑھادی تو اب یہ ضرورت پہلی اذان سے ہی پوری ہونے لگی اسلئے خطبہ والی اذان دروازے پر دینے کی قطعاً کوئی ضرورت باقی نہیں رہ گئی اسی لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خطبہ والی اذان کو منبر کے قریب کر دیا پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس طریقہ کو چھوڑ کر پہلے طریقہ کو جاری کرنے والے صرف ایک اذان پر اکتفا کرنا بھی کیوں ضروری نہیں سمجھتے۔ حضور کے زمانہ میں اذان بھی صرف ایک تھی آخر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عمل سے ایک اذان کا اضافہ قبول کرنے اور ان کے دوسرے عمل یعنی خطبہ والی اذان کو منبر کے قریب دینے سے انکار کی کیا وجہ ہے۔

ایک بڑی غلط فہمی کا ازالہ

میں نے ہر جگہ بین یدیہ کا ترجمہ سامنے قریب کیا ہے ممکن ہے کسی صاحب کو اس پر

۱ے مذکورہ حوالہ حبل اللہ المتین سے ہے۔

یہ اشکال ہو کہ قریب کا مفہوم اس لفظ میں کہاں سے داخل ہو گیا اس کے معنی تو صرف سامنے ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس کی بھی وضاحت کے ساتھ ذیل تحریر کر دی جائے کہ بین یدیہ کے لفظ میں قریب کا مفہوم بھی داخل ہے اور قرآن و حدیث میں قریب اور سامنے دونوں کے مجموعہ پر اس لفظ کا استعمال ہوا ہے اور لغت کی رو سے بھی اس لفظ کا یہی معنی ہے نیز احناف کی تصریح بھی یہی چاہتی ہے

(۱) قرآن میں ہے بین یدی اللہ و رسولہ علامہ نسفی حنفی تفسیر مدارک میں اس کے معنی تحریر فرماتے ہیں۔

ای بین الجھتین المساعتین یمینا و شمالا قریبا منه۔	یعنی داہنے اور بائیں کی بالکل مقابل دونوں جہتوں کے سامنے اس کے قریب

اسی طرح تفسیر السراج المنیر وغیرہ میں اس لفظ کی از روئے لغت یہ تحقیق موجود ہے۔

حقیقة قولهم جلست بین یدی فلان ای یجلس بین الجهتین المسامتین یمینه و شماله قریبا منه فسمیت الجهتان یدین لکونهما علی سمت الیدین مع القرب منها۔	میں فلاں کے بین یدیہ بیٹھا اس قول کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اس کے داہنے اور بائیں کی دو بالکل محاذی جہتوں کے درمیان اور اسکے قریب بیٹھا دونوں جہت کو دونوں ہاتھ اسلئے کہا گیا کہ دونوں جہتیں دونوں ہاتھ کے قریب اسی کی سمت میں واقع ہیں۔

(۲) مواہب لدنیہ کی روایت کنت نورا بین یدی ربی کی شرح کرتے ہوئے علامہ زرقانی فرماتے ہیں:

ای فی غایة القرب المعنوی منه	یعنی میں معنوی لحاظ سے اپنے رب کے انتہائی

فاستعار لهذا الیدین لان من	قریب تھا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی انتہائی قرب
قهاب من انسان دقابله یکون	کے معنی کو ادا کرنے کیلئے لفظ یدین استعمال فرمایا
بین یدیه (المواهب مع الزرقانی ۱۷ ص ۱۵۰ ج ۱۵۰)	ہے کیونکہ جو آدمی کسی انسان کے قریب اور اسکے سامنے
(۲) بخاری شریف کی روایت ہے۔	ہوتا ہے وہ اسکے بین یدین ہوتا ہے۔

خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد زوال ہمارے
وسلم بالهاجرة فصلی	پاس باہر تشریف لائے اور آپ نے مقام
بالبطحاء الظهر والعصر رکعتین	بطحار میں ظہر اور عصر کی دو دو رکعت نماز
ونصب بین یدیه عنزة۔	پڑھائی درانحالیکہ آپکے سامنے نیزہ نصب تھا۔

مسئلہ ہے کہ نمازی اگر میدان میں نماز پڑھ رہا ہے تو اپنے سامنے (بین یدیہ) سترہ کے طور پر ایک لکڑی گاڑ دے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے لیکن یہ سنت جب ہی ادا ہوگی کہ تین ہاتھ سے زیادہ فاصلہ نمازی اور سترہ کے درمیان نہ ہو اگر تین ہاتھ سے زیادہ دوری پر سترہ گاڑ دیگا تو خلاف سنت ہوگا۔

علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں۔

السنة ان لا یزید ما بینه و	سنت یہ ہے کہ نمازی اور سترہ کے درمیان
بینها علی ثلاثة اذرع	تین ہاتھ سے زیادہ فاصلہ نہ ہو۔

اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ فقہائے احناف کے نزدیک۔ بین یدیہ کے لفظ میں تین ہاتھ کا فاصلہ مراد ہوتا ہے اور یہی اس لفظ کا صحیح مفہوم ہے اسلئے منبر سے تین ہاتھ کے قریب پہلی صف میں خطبہ کی اذان دینے کا دستور ہے کیونکہ بین یدیہ کا مفہوم یہی ہے اسی لئے فقہائے کرام نے قریب اذان دینے کی تصریح کر دی ہے

علامہ حلبی فرماتے ہیں۔

(۴) بین یدیہ ای قدامہ قریبا منہ [1]	خطیب کے سامنے یعنی اس کے آگے قریب سے اذان دی جائے۔

(۵) علامہ قہستانی جامع الرموز میں فرماتے ہیں۔

اذن اذانا ثانیا بین یدیہ ای بین الجہتین المسامتین لیمین المنبر او الامام و یسارہ قریبا منہ۔	دوسری اذان اس کے سامنے یعنی خطیب یا منبر کے داہنی اور بائیں دونوں محاذی جہتوں کے درمیان قریب سے دی جائے۔

فقہائے احناف کی یہ واضح تصریحات خطبہ کی اذان قریب سے دینے کی تاکید کرتی ہیں۔

ایک اور غلط فہمی کا ازالہ خطبہ کی اذان کے مسئلہ میں بعض بزرگوں سے چوک یہ ہوئی کہ انھوں نے زیادہ تحقیق سے کام نہ لیا اور سادگی میں یہ سمجھ بیٹھے کہ ہشام بن عبد الملک نے خطبہ کی اذان کو اپنے دور میں منبر کے قریب کیا ہے ورنہ اس کے پہلے یہ اذان مسجد کے باہر دی جاتی تھی چنانچہ مولانا عبد الحی فرنگی محلی نے علامہ ابن الحاج مالکی کی مدخل سے نقل کیا ہے۔

السنۃ فی اذان الجمعۃ اذا صعد الامام علی المنبر ان یکون	جمعہ کی اذان میں جب امام منبر پر آئے تو سنت یہ ہے کہ موذن منارہ پر اذان دے

---

[1] از حبل اللہ المتین لاعدام اشارۃ المبتدعین و شہادۃ الاماجد ص ۲۹و۳۰

المؤذن علی المنار کذلک کان فی	اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر
عهد النبی وابی بکر وعمر ثم زاد	وعمر رضی اللہ عنہما کے دور میں ہوتا تھا
عثمان اذانا آخر بالزوراء وابقی	پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مقام زوراء
الاذان الذی کان علی عهد النبی	پر سے ایک اذان کا اضافہ فرمایا اور جو
صلی الله علیه وسلم علی المنار والخطیب	حضور کے زمانہ سے اذان تھی اسکو منارہ
علی المنبر اذ ذلک ثم انه لما تولی	پر باقی رکھا جب کہ اس وقت خطیب منبر
هشام بن عبد الملک اخذ الاذان	پر ہوتا ہے اس کے بعد ہشام بن عبد الملک
الذی فعله عثمان وجعله علی المنار	جب حاکم بنا تو اس نے حضرت عثمان والی
وکان المؤذن واحدا یؤذن بعد	اذان کو منارہ پر کر دیا اور ایک موذن زوال
الزوال ثم نقل الاذان الذی کان علی	کے بعد اذان دیا کرتا تھا پھر اسکے بعد ہشام
المنار حین صعد الامام علی المنبر	نے اس اذان کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
علی عهد النبی وابی بکر وعمر وصدرا	کے دور سے لیکر ابو بکر و عمر اور ابتدائے
من خلافة عثمان بین یدیه وکانوا	خلافت عثمانی تک امام کے منبر پر آنے
یؤذنون ثلاثة فجعلهم یؤذنون	کے وقت منارہ پر ہوتی تھی اس کو منبر کے
جماعة (عمدة الرعایة حاشیه	قریب کر دیا اور تین آدمی اذان دیتے تھے
شرح الوقایه جلد اول ص۱۹۳)	تو انکی ایک جماعت بنا ڈالی ۔

علامہ ابن الحاج مالکی کا یہ بیان کئی وجوہ سے غلط ہے اور تحقیق کے بالکل خلاف ہے ۔

ا ۔ علامہ عینی حنفی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے حوالے سے گذر چکا ہے کہ خطبہ کی اذان شروع سے مسجد کے اندر خطیب کے سامنے ہوتی تھی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں

بھی یہی سلسلہ جاری رہا اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی تھی البتہ حضرت عثمان نے
ایک اذان کا اضافہ فرمایا جو مقام زوراء سے دیجاتی تھی۔

۲۔ علامہ عینی حنفی کی بنایہ شرح ہدایہ کے حوالے سے ان کی یہ تصریح گذر چکی
ہے کہ خطبہ کی اذان خطیب کے سامنے منبر کے قریب سے ہونا حضرت عثمان غنی
رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے متوارث ہے اور اسی وقت سے یہ معمول چلا آرہا ہے لیکن
علامہ ابن الحاج مالکی کا بیان بالکل اس کے خلاف ہے کہ حضرت عثمان کے زمانہ میں
یہ اذان مینارہ پر ہی دی جاتی تھی ہشام بن عبدالملک نے اپنے دور میں مسجد کے اندر
منبر کے قریب کر دیا۔ ظاہر ہے ابن الحاج کے مقابلہ میں علامہ عینی کا قول قابل ترجیح
اور زیادہ درست ہوگا۔

(۳) علامہ ابن الحاج کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے دور سے منارہ پر خطبہ کی اذان دیجاتی تھی حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے
زمانہ میں مسجد نبوی پر منارے کا وجود ہی نہ تھا۔ یہ ممکن ہے کہ کسی اونچی جگہ پر چھت سے
اذان دیجاتی ہو اس کو مینارہ کہدیا گیا ہے۔

(۴) ہشام بن عبدالملک نے جس اذان کو منبر کے قریب لایا تھا وہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے زمانہ والی خطبہ کی اذان تھی ہی نہیں بلکہ یہ پہلی اذان تھی جسکو سیدنا عثمان
رضی اللہ عنہ نے اضافہ فرمایا تھا اسلئے کہ ابن الحاج مالکی کے بالکل خلاف دوسرے
محقق اور معتبر علماء کرام کی تصریح موجود ہے شیخ الاسلام محمد فرماتے ہیں۔

بعضے از محققین گفتہ اند کہ ہمیں اذان را
کہ عثمان رضی اللہ عنہ بر زوراء امر کردہ بود

بعض محققین فرماتے ہیں کہ اسی اذان کو جس
کا اضافہ مقام زوراء سے حضرت

ہشام بن عبدالملک آنرا بمسجد نقل کردہ (شرح بخاری شیخ الاسلام برحاشیہ تیسیر القاری جلد دوم ص ۲۲۲)

عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا ہشام بن عبدالملک نے مسجد کے اندر منتقل کردیا تھا۔

علامہ سمہودی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔

وقال برهان بن فرحون قال ابن حبيب ثم نقل هشام بن عبدالملك الاذان الذى كان بالزوراء الى المسجد فجعله واحدا يؤذن عند الزوال على المنار فاذا خرج هشام اذن المؤذنون كلهم بين يديه (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۱۲۹)

برہان بن فرحون کہتے ہیں کہ ابن حبیب نے بتایا ہے کہ ہشام بن عبدالملک نے اس اذان کو جو مقام زوراء پر دیجاتی تھی مسجد میں منتقل کردیا۔ پہلے ایک اذان زوال کے بعد منارہ پر دیجاتی تھی پھر جب ہشام (خطبہ کیلئے) باہر آتا تو تمام موذن اسکے سامنے قریب سے اذان دیتے تھے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے پوتے کے پوتے شیخ الاسلام محمد اور علامہ سمہودی ان دونوں اکابر اور محقق محدثین کی تصریح واضح کرتی ہے کہ ہشام بن عبدالملک نے حضرت عثمان رض والی اذان جو مقام زوراء سے دیجاتی تھی اسکو مسجد کے اندر مینارہ سے دلانا شروع کیا ہے باقی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ والی خطبہ کی اذان منبر کے قریب خطیب کے سامنے جس طرح ہوتی آرہی تھی اسکو اپنی جگہ ہشام نے بھی باقی رکھا ہے اسکو منتقل کرنے کی بات ہشام بن عبدالملک کے متعلق درست نہیں ہے لہذا علامہ ابن الحاج مالکی کا بیان صحیح نہیں ہے۔

غور طلب مسئلہ :۔ بعض لوگ خطبہ کی اذان منبر کے قریب دینے کو غلط

بتانے کیلئے یہ دلیل پیش فرماتے ہیں کہ حنفی فقہ کی کتابوں میں مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ لکھا ہے اور اندرون مسجد اذان دینے سے روکا گیا ہے جیسا کہ بحرالرائق، فتح القدیر، عالمگیری وغیرہ میں اسکی تصریح موجود ہے۔

مسجد کے اندر اذان مکروہ ہونے کے سلسلہ میں فقہ کی کتابوں کے حوالے کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ بعض فقہائے کرام نے پنجوقتہ نماز کی اذان کیلئے کراہت کی تصریح کی ہے[1] جس کی علت اسکے سوا اور کچھ بھی نہیں کہ پانچ وقت کی اذان سے مقصد مسجد کے باہر والے لوگوں کو آگاہ کرنا ہوتا ہے اور ان لوگوں کو دعوت دینی مقصود ہوتی ہے جو مسجد کے باہر پھیلے ہوئے اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہیں لہذا مسجد کی بند چہار دیواری میں اذان دینے سے آواز دور تک نہ پہونچ پائے گی اور اتنے بہتر طریقہ پر مقصد حاصل نہ ہوگا جتنا کہ منارہ یا کسی باہر کی کھلی جگہ سے اذان دینے میں یہ مقصد حاصل ہوگا اسلئے پانچوقتہ اذان مسجد کے اندر دینا بہتر نہیں ہے گویا پانچوقتہ اذان کو مسجد کے اندر مکروہ بتایا گیا ہے کسی نے خاص خطبہ والی اذان کے سلسلہ میں یہ بات نہیں لکھی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ پانچوقتی اذان کا دینا بھی مسجد کے اندر تمام فقہاء احناف کے نزدیک مکروہ نہیں ہے بعض فقہاء اس کو ہرگز مکروہ نہیں بتاتے ہیں بلکہ ان کے نزدیک بلا کسی کراہت کے مسجد کے اندر اذان دینا جائز ہے چنانچہ علامہ قہستانی

---

[1] خطبہ کی ممبر والی اذان کو اس کراہت سے الگ اور مستثنی کرنے کی وضاحت صلوٰۃ مسعودی میں موجود ہے اذان در مسجد مکروہ است مگر اذان بر منبر۔ منبر والی اذان کے علاوہ دوسری اذان مسجد میں مکروہ ہے دیکھئے حبل اللہ المتین ص ۱۷

جامع الرموز میں تحریر فرماتے ہیں۔

(۱) لا یوذن فی المسجد فانہ مکروہ کما فی النظم و فی الجلابی انہ یوذن فی المسجد او ما فی حکمہ لا فی البعید عنہ۔

(جامع الرموز)

مسجد میں اذان نہ دی جائے اسلئے کہ مکروہ ہے جیسا کہ نظم میں لکھا ہے اور جلابی میں لکھا ہے کہ مسجد کے اندر یا جو حصہ اسکے حکم میں ہے اذان دینا بلا کراہت جائز ہے البتہ مسجد سے دور نہ دینا چاہیئے۔

جلابی کی تصریح سے پتہ چلتا ہے کہ بعض فقہائے کرام مسجد کے اندر اذان دینا بلا کراہت جائز مانتے ہیں۔

(۲) اسی طرح صاحب در مختار فرماتے ہیں:

صلی اخر صلوتہ قاعدا وھم قیام وابوبکر یبلغھم تکبیرہ وبہ علم جواز رفع المؤذنین اصواتھم فی جمعۃ وغیرھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخری نماز بیٹھکر ادا فرمائی اور صحابہ کھڑے تھے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آپکی تکبیر مقتدیوں تک (بحیثیت مکبر) پہنچاتے تھے اسی سے موذن لوگوں کے اپنی آواز جمعہ وغیرہ میں بلند کرنے کا جائز ہونا معلوم ہوجاتا ہے۔

(۳) امام سرخسی علیہ الرحمہ مبسوط میں تحریر فرماتے ہیں۔

والمعتبر اول الاذان بعد زوال الشمس سواء کان علی المنبر او علی الزوراء۔

کاروبار بند کرنے میں اعتبار زوال کے بعد پہلی اذان کا ہے خواہ منبر پر دی جائے یا زوراء پر۔

اس سے معلوم ہوا کہ مسجد کے اندر منبر کے نزدیک سے پہلی اذان دینا جائز ہے پہلی اذان

جمعہ کی جب مسجد کے منبر سے جائز ہے تو مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ کیونکر ہوا پھر غور کرنے کی بات ہے کہ مسجد کے اندر اذان دینا متعدد حدیثوں سے جب ثابت ہے تو اس کے بعد بھی اسکو مکروہ بتانے کی ضد پر قائم رہنا ہٹ دھرمی اور جہالت نہیں تو اور کیا ہے اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کا عمل بھی درست نہ تھا اور وہ بھی مکروہ طریقہ پر اذان دینے کے قائل تھے درج ذیل روایتوں سے مسجد کے اندر اذان دینے کا جواز بالکل واضح طریقہ پر ثابت ہوتا ہے۔ طلق بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

۱- فخرجنا حتی قدمنا بلدنا ثم نضحنا مکانھا واتخذناھا مسجدا فنادینا فیہ بالاذان۔ (نسائی ج ۱ ص ۸۱)	پھر ہم بارگاہ نبوت سے چلے اپنے شہر میں داخل ہوئے اس کے بعد اس جگہ پر آپ کا عطا کردہ پانی چھڑکا اس کو مسجد بنایا اور اس مسجد میں اذان پکارا۔

اس حدیث میں صحابی رسول حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ کا مسجد کے اندر اذان دینا جس طرح مذکور ہے اسی طرح خاص مسجد نبوی میں بھی مسجد کے اندر اذان دینا ذیل کی اس روایت سے ثابت ہوتا ہے۔

(۲) خرج رجل من المسجد بعدما اذن فیہ فقال ابوھریرۃ اما ھذا فقد عصی ابا القاسم صلی اللہ علیہ وسلم رواہ مسلم مشکوٰۃ ج اول ص ۶۸ (ترمذی ج ۱ ص ۲۸)	ایک آدمی مسجد نبوی سے اس وقت نکلا جب کہ اس کے اندر اذان دی گئی تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس شخص نے حضور کی نافرمانی کی (کہ اذان ہونے کے بعد مسجد سے نکل گیا)

ترمذی شریف میں ہے ؛

(۳) عن مجاهد قال دخلت مع عبد الله بن عمر مسجدا وقد اذن فيه ونحن نريد ان نصلي فيه فثوب المؤذن فخرج عبد الله بن عمر من المسجد وقال اخرج بنا من عند هذا المبتدع (ترمذی جلد اول ص۲ ابو داؤد جلد ا ص۸۰)

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک مسجد میں داخل ہوا جبکہ اس مسجد کے اندر اذان دی جا چکی تھی ہم چاہتے تھے کہ اس میں نماز پڑھیں لیکن موذن نے تثویب شروع کر دی پس حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مسجد سے نکل آئے اور فرمایا اس بدعتی کے پاس سے ہمکو لے چلو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ۔

(۴) وان من سنن الهدى الصلوٰة في المسجد الذي يوذن فيه ۔ (مسلم از مشکوٰۃ ج ۱ ص ۹۷)

یہ بات سنن ہدیٰ میں سے ہے کہ اس مسجد میں نماز پڑھی جائے جس کے اندر اذان دی گئی ہو ۔

ان چاروں واضح روایتوں میں مسجد کے اندر اذان دینے کا تذکرہ کس قدر صاف موجود ہے پس حدیث کی ان صراحتوں کے بعد بھی مسجد کے اندر اذان کو مکروہ بتانے کی ضد پر قائم رہنے والا کوئی بد نصیب ہی مسلمان ہوسکتا ہے۔ رہا فقہائے کرام کا معاملہ تو گذر چکا ہے کہ ان میں اختلاف ہے اور ان حدیثوں کی روشنی میں یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں ہے کہ جن فقہائے کرام کے نزدیک مسجد کے اندر اذان دینا بلا کراہت جائز ہے انھیں کا موقف درست ہے۔

خطبہ کی اذان کے سلسلہ میں آخری بات یہ بھی عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں

کہ نمازیوں کی گردن پھاندنا اور صفوں میں گھس کر پار ہونا کس قدر ایذا کا سبب ہے اور شریعت نے اس عمل کو کتنا ناگوار سمجھا ہے بتلانے کی ضرورت نہیں سب کو معلوم ہے ایک حدیث میں گردن پھاندنے کو جہنم کے پل سے گذرنا کہا گیا ہے اب غور فرمائیے اگر خطبہ کی اذان مسجد کے باہر دی جائے گی تو اقامت کہنے کیلئے موذن پہلی صف میں آئے گا اور اس صورت میں بے وجہ گردن پھاندکر صفوں کے اندر گھسکر اس کو ایک گناہ کا ارتکاب بھی کرنا ہوگا اور لوگوں کی ایذا رسانی کا بھی سبب بنے گا حالانکہ یہاں کوئی شرعی مجبوری بھی نہیں ہے اس لئے کہ اذان اندر ہی دیدی جاتی تو گردن پھاندنے اور صفوں کو چیرنے کی ضرورت ہی نہ پیش آتی ۔